اسلامی حکومت کاقیام اور اسکے نفاذ کا عملی خاکہ

قسط نمبر ۵

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز علوی
حفظہ اللہ

اسلامی حکومت کے قیام کے مقاصد اور اسکے فرائض:۔ سورۃ حج میں ارشاد باری اللہ تعالیٰ ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ قوی عزیز۔ الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکرو للہ عاقبۃ الامور (۴۰۔۴۱)

اور بے شک اللہ ان لوگوں کی مدد فرمائے گا جو اس کی مدد کے لئے اٹھیں گے۔ بیشک اللہ قوی اور غالب ہے یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو سرزمین میں اقتدار بخشیں گے تو وہ نماز کا اہتمام کریں گے زکوٰۃ ادا کریں گے، معروف کا حکم کریں گے، اور منکر سے روکیں گے اور انجام کار کا معاملہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

اس آیت سے پہلی ایک آیت ہے جس میں ہجرت مدینہ کے بعد اپنی مدافعت میں ہتھیار اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے کیونکہ مکہ میں چونکہ مسلمانوں کی کوئی باقاعدہ تنظیمی ہیئت نہیں تھی اس لئے ہر قسم کا ظلم وستم سہنے کے باوجود اپنے دفاع کی اجازت نہ تھی۔ مدینہ میں آکر آغاز میں مدافعانہ جنگ کی اجازت دی گئی ہے اور پھر آخری مرحلہ میں جارحانہ جنگ کی بھی اجازت ملی۔ اس آیت میں مسلمانوں کو فتح مکہ کی بشارت سنائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اگر ان مسلمانوں کو اس سرزمین میں، اپنی تائید ونصرت سے اقتدار بخشیں گے تو یہ نماز کا اہتمام کریں گے زکوٰۃ ادا کریں گے نیکی کی تلقین کریں گے اور برائی سے روکیں گے۔ یہاں مسلمانوں کو سرزمین مکہ میں اقتدار واختیار کی پہلی بشارت ملی ہے جسے ملت کے قلب کی حیثیت حاصل ہے اور ظاہر قلب کی صلاح وفساد پر تمام ملت کے صلاح وفساد کا

مدار ہے۔ اس آیت میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ اگر مسلمان حکمران یہ فریضہ ادا نہ کریں۔ جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے تو ان کی حکومت اسلامی نہیں ہوگی۔ اس آیت کے تحت علامہ ندوی لکھتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو زمین میں قوت عطا فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ نماز کو جو حقوق الٰہی کا سرعنوان ہے قائم کریں اور زکوٰۃ جو بندوں کے حقوق کی ادائیگی کا دوسرا نام ہے ادا کریں اور دنیا میں امور خیر کی تعمیل اور امور شر کے انسداد کا اہتمام کرسکیں۔ اسلامی سلطنت کا مقصد نہ جزیہ کا حصول نہ خراج کا وصول، نہ غنیمت کی فروانی نہ دولت کی ارزانی، نہ تجارت کا فروغ نہ جان منصب کا فریب، نہ عیش و عشرت کا دھوکہ اور نہ شان و شوکت کا تماشہ ہے، بلکہ سرتاسر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری اور اس کے لئے جدوجہد اور سعی و محنت کی ذمہ داری کا نام ہے۔ (ج ۷ ص ۳۷)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی اسلامی سلطنت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

گورنمنٹ اگر سچے مسلمانوں کی قائم ہوجائے تو مسجدیں آباد پر رونق ہو جائیں۔ ہر طرف سے صدائیں تکبیر و تہلیل کی گونجا کریں، بیت المال کے بعد کوئی ننگا، بھوکا نہ رہ جائے۔ عدالتوں میں انصاف بکنے کی بجائے ملنے لگے، رشوت، جعلسازی، دروغ حلفی کا بازار سرد پڑجائے۔ امیر کو کوئی حق اور کوئی موقع غریب کی تحقیر و ایذا کا نہ باقی رہ جائے۔ غیبتیں، بدکاری، چوریاں، ڈاکے، خواب وخیال ہوجائیں، آبکاری کے محکمہ کو کوئی پانی دینے والا بھی نہ رہے۔ مہاجنی کوٹھیوں، سود خوار ساہو کاروں، بینکوں کے اماٹ الٹ جائیں۔ گوییے نچنئے اگر تائب نہ ہوں شہربدر کردیئے جائیں سینما، تھیٹر، تمام شہوانی تماشا گاہوں کے پردوں کو آگ لگا دی جائے۔ گندہ فحش افسانہ وشاعری کی جگہ صالح وپاکیزہ ادبیات لے لیں غرض دنیا، دنیا رہ کر بھی نمونہ جنت بن جائے (تفسیر ماجدی سورۃ حج پ ۱۷ حاشیہ نمبر ۷۷)

حضرت عمرؓ نے اپنے عمال حکومت کی غرض بیان کرتے ہوئے فرمایا واللہ ماابعث علیکم عمالی لیضربوا ابشارکم ولالیا خدوا لی

اموالکم ولکنی ابعث الیکم لیعلمو کم دینکم وسنۃ نبیکم (اسلامی ریاست اصلاحی ص ۱۳۳)

خلیفہ درحقیقت اپنے نبی کا نائب ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا "انا خلیفۃ رسول اللہ ولست خلیفۃ اللہ" میں نبی اکرم ﷺ کا خلیفہ ہوں اللہ کا خلیفہ نہیں ہوں کیونکہ خلیفتہ اللہ تو صرف رسول ہوتا ہے جس کا تقرر خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد رسالت کا مقام ومنصب ختم ہوچکا ہے۔ اب دین کے غلبہ وتمکن کیلئے آپکی امت آپکی نائب ہے اور امت ہی خلیفہ کے انتخاب کا حق رکھتی ہے۔ لیکن اب خلافت نسیاء منسیا ہوچکی ہے۔ کیونکہ امت انتشار وتفریق کا شکار ہوکر اپنی وحدت واتحاد کو ختم کرچکی ہے اب مختلف اسلامی ممالک میں امراء ہیں جو اپنے ملک وعلاقہ میں دین کے نفاذ کے پابند ہیں چونکہ اب حضور کی نیابت مجموعی اعتبار سے امت نے کرنی ہے۔ جوکہ کسی علاقہ و ملک کا حکمران انکا نمائندہ ہے اسلئے وہ دین کا نفاذ نہ کرے تو اس ملک کے لوگ اس سے باز پرس کرسکتے ہیں۔ حضور کے جو فرائض تھے نیابت میں امیر حاکم نے ادا کرنے ہیں آپکا کام دین کا غلبہ تھا جب کہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر آیا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ اور مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ (انفال)

دین کے غلبہ کیلئے پہلا کام تعلیم وتربیت ہے کیونکہ اسلامی حکومت نظریاتی حکومت ہوتی ہے اور نظریہ کی پابندی اسکے علم کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اسلئے پیغمبر کی بعثت کا تذکرہ کرتے ہوئے بار بار اسکے فرائض بیان کئے گئے۔ حضرت ابراہیم نے آپکی بعثت کی دعا ان الفاظ میں کی تھی "ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم"

یہاں پیغمبر کے تین کام بیان کئے گئے ہیں تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ۔

چنانچہ آپ نے تینوں کام کئے جس کی نظیر ابو عبدالرحمٰن السلمی، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے صحابہ سے یوں نقل کرتے ہیں۔ "انھم کانوا اذا تعلموا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر آیات لم یجاوزوھا حتی یتعلموا مافیھا من العلم والعمل قالوا فتعلمنا القرآن والعلم والعمل جمعیا"

دین اسلام میں علم کی اس اہمیت کی بنا پر پہلی وحی میں ہی قراءت وعلم کا تذکرہ موجود ہے کیونکہ علم کے بغیر عمل ممکن نہیں۔ اس لئے امام بخاری نے باب باندھا ہے۔ "العلم قبل القول والعمل لقول اللہ فاعلم انہ لا الہ الا اللہ فبدأ بالعلم انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" اور تعلیم کا سلسلہ آپ نے مکہ میں شروع میں ہی کر دیا جیسا کہ حضرت عمر کے اسلام کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے تعلیم و تربیت کے بغیر افکار و نظریات کی تطہیر اور تزکیہ نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک عقیدہ وایمان صحیح نہ ہو عمل کی نوبت نہیں آتی، اس لئے مکہ میں عقیدہ وایمان پر ہی زیادہ زور صرف کیا گیا عام عملی تعلیم مدینہ میں شروع ہوئی اور اس دور کی مدت مکی مدت سے کم ہے۔ "الذین آتیناھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ" اس تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں اقامت صلوۃ وایتاء زکوۃ کے نظام کا نفاذ مقدم ہے جب تک کوئی مسلمان ان کی پابندی نہیں کرتا وہ دین کا پابند نہیں ہو سکتا۔ سورۃ توبہ میں فرمایا فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم ان اللہ غفور رحیم چند آیتوں کے بعد فرمایا۔ "فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فاخوانکم فی الدین ونفصل الایات لقوم یعلمون" سورہ مریم میں فرمایا "فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشھوات۔"

سورہ روم میں فرمایا"اقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین"
سورۃ حم السجدۃ میں فرمایا"وویل للمشرکین الذین لا یوتون الزکاۃ وھم بالاخرۃ ھم کافرون"

دین کے قیام وبقا کا انحصار اور مدار ان دونوں ارکان پر ہے ان کے بغیر انسان نہ مسلمان بن سکتا ہے اور نہ مسلمان رہ سکتا ہے۔

۲۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر دین کی تبلیغ واشاعت: کیونکہ مسلمانوں میں اتحاد واتفاق اور یگانگت اسکے بغیر ممکن نہیں کہ وہ دین پر عمل پیرا ہوں دین کی پابندی وحدت کا باعث ہے اس لئے فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا انعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا سورہ انفال میں فرمایا ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین والف بین قلوبھم لوانفقت ما فی الارض جمیعا ماالفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم اور اعتصام بحبل اللہ جو وحدت ویگانگت کا سبب ہے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لئے اگلی آیت میں فرمایا۔"ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون"

سورۃ توبہ میں مومنوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا والمومنون بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوۃ ویوتون الزکاۃ ویطیعون اللہ ورسولہ اولئک سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم

۳۔ امن وامان کا قیام سورہ انفال میں دین کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ واذکروا اذانتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان

یتخطفکم الناس فاواکم و ایدکم بنصره ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لیسیر الراکب من صنعاء الی حضر موت لایخاف الا اللہ والذئب علی غنمہ"

آیت استخلاف میں بھی فرمایا گیا و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا

شہری کے حقوق (۱) معاشی ضروریات کی فراہمی، سورہ انفال کی آیت میں گزرا ہے رزقکم من الطیبات اور سورۃ نساء میں مرد کی سربراہی کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ اہل وعیال کی معاشی ضروریات پوری کرتا ہے اس لئے وہ سربراہ ہے۔ حضور کا فرمان من ترک کلا فالینا (متفق علیہ)

خلفائے راشدین کے دور میں اس کا انتظام کیا جاتا تھا:۔

۲۔ شخصی آزادی:۔ابو داؤد میں ہے کہ آپ کے دور میں مدینہ میں کچھ لوگ شہ کی بنا پر گرفتار کرلئے گئے ایک صحابی نے خطبہ کے دوران اٹھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرے ہمسایوں کو کس جرم میں پکڑا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ سوال سن کر خاموشی اختیار فرمائی۔ تاکہ شہر کا کوتوال گرفتاری کی وجہ بیان کرے۔ لیکن جب اس نے وجہ بیان نہ کی تو آپ نے تیسری دفعہ سوال کرنے پر فرمایا۔ فخلوا لہ جیرانہ (کتاب القضا)

حضرت عمر نے ایک مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا لایوسر رجل فی الاسلام بغیر عدل کہ ناحق کسی کو گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔ آزادی اظہار رائے:۔اگر امیر یا کوئی اس کا نمائندہ کتاب وسنت سے انحراف کرے۔ تو اس سے پوچھا جا سکتا ہے خلفاء راشدین پر اس صورت میں تنقید ہوتی تھی حضرت عمر حج تمتع سے روکتے تھے صحابہ نے ان کے اس فعل پر تنقید کی۔ حتی کہ عبداللہ بن عمر کہتے امرابی یتبع ام امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا اسمعوا واطیعوا حضرت

سلمان فارسی بولے لانسمع ولانطیع پہلے بتایئے سب کے حصے میں ایک چادر آئی ہے آپ کو دو کیسے مل گئیں۔ بعض صحابہ نے تو آپ سے کہا تھا آپ دین سے انحراف کریں گے تو ہم آپ کو تلوار سے سیدھا کریں گے۔

حضرت ابوبکر نے اپنے پہلے خطاب میں فرمایا تھا ایہا الناس قد ولیت امرکم ولست بخیرکم ایہاالناس انا متبع ولست بمبتدع فان احسنت فاعینونی وان زغنت فقومونی

۴۔ جان مال اور عزت وناموس کا تحفظ :- کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه خطبہ الوداع میں فرمایا فان دماء کم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم ہذا

۵۔ ذاتی اشیاء کی حفاظت :- امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں "لیس للامام ان یخرج شیئا من احد الابحق ثابت معروف" جنگ ہوازن میں آپ نے قیدی، صحابہ کی اجازت کے بغیر آزاد نہیں کئے تھے جنگ حنین میں صفوان بن امیہ سے جنگی اسلحہ لیا اس نے پوچھا "اغصبا یا محمد" آپ نے فرمایا "بل عارية مضمونة"

۶۔ قانونی مساوات :- اسلامی ریاست کا ہر شہری، امیر ہو یا غریب، شریف ہو راعی ہو یا رعایا ہر شخص اور ہر طبقہ بلا کسی امتیاز کے قانون کی نظر میں ایک ہیں خلفائے راشدین حضرت عمر اور حضرت علی خود عدالت میں پیش ہوئے مخزومی عورت کے چوری کے سلسلہ میں آپ کا فرمان اور جبلہ بن ایہم غسانی کا واقعہ اس کے شاہد عدل ہیں

۷۔ معاشرتی مساوات :- "یایہاالناس ان خلقناکم من ذکر وانثی الایة"

یایہاالناس الا ان ربکم واحد لا فضل لعربی علی عجمی ولا لاسود علی احمر ولا لاحمر علی اسود الا بالتقوی ان اکرمکم

عند الله اتقاكم" حضرت معاذ بن جبل نے روم کے دربار میں کہا تھا "وامیرنا رجل منا ان عمل فینا بکتاب دیننا و سنة نبینا قرانا ه علینا و ان عمل بغیر ذالک عزلناه عنا و ان هو سرق قطعنا یده و ان زنا جلد ناه و ان شتم رجلا منا شتمه بما شتمه و ان جرحه اقاده من نفسه و لا یحجب منا و لا یتکبر علینا و لا یستاثر علینا هو کرجل منا"

۸۔ بے لاگ اور بے معارضہ انصاف :- اسلامی ریاست ذمہ دار ہے کہ ہر شہری کو ہر قسم کے ظلم و تعدی سے بچائے اور ایسا انتظام کرے کہ ہر شخص غریب ہو یا امیر با اثر ہو یا بے اثر بغیر کسی رشوت و قیمت ادا کئے انصاف حاصل کرے۔ حضرت ابوبکر اور عمر نے فرمایا تھا "الضعیف فیکم قوی عندی حتی اریح علیه حقه انشاء الله والقوی فیکم ضعیف غلامی حتی اخذ الحق منه انشاء الله

۹۔ لوگوں پر انکی وسعت و طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے :- "فاتقوا الله ما استطعتم لا نکلف نفسا الا وسعها حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں "نبایع رسول الله صلی الله علیه و سلم علی السمع و الطاعة یقول لنا فیما استطعتم"

۱۰۔ خلاف شریعت حکم نہ دیا جائے :- لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ قال السمع والطاعة حق مالم یومر بالمعصیة فاذا امر بالمعصیة فلا سمع و لا طاعة"

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا "فان اطعت الله ورسوله فاطیعونی و ان عصیت الله و رسوله فلا طاعة لی علیکم"

شہری کے فرائض

۱۔ **سمع وطاعت:**۔ بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السمع و الطاعۃ فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ۔ من اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصا امیری فقد عصانی"

۲۔ **خیر خواہی و ہمدردی:**۔ "قال الدین النصیحۃ قلنا لمن قال للہ و لرسولہ و لائمۃ المسلمین"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "واعینونی علی نفس بالامر بالمعروف والنھی عن المنکرواحضار النصیحۃ"

۳۔ **تعاون وتناصر**۔ المومن للمومن کا البنیان یشد بعضہ بعضا" تعاونوا علی البر والتقوی

۴۔ **مالی قربانی**۔ ریاست کی ترقی اور حفاظت کے لئے مالی ایثار و قربانی ناگزیر ہے ضرورت کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چندہ لیتے تھے۔

۵۔ **جانی قربانی**۔ جہاد فی سبیل اللہ اور ریاست کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا

انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ —— قیل لھم تعالوا قاتلوا فی سبیل اللہ وادفعوا—— مالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین

اسلامی حکومت کے اعضائے رئیسہ یا عناصر ترکیبی:۔

۱۔ مجلس مقننہ وشوریٰ ۲۔ منتظمہ ۳۔ عدلیہ ۴۔ دفاعیہ و فوج ۵۔

امراء و عمال کے اوصاف:۔

۱۔ اقتدار و اختیار کا طالب وحریص نہ ہو، انا لانولی علی عملنا ھذا احدا سئلہ او حرص علیہ" "ان اخونکم عندنا من طلبہ" حضرت عبدالرحمٰن

بن ثمرہ کو فرمایا لا تسئل الامارة فانک اذا او تیتھا عن مسئلة و کلت الیھا و ان او تیتھا عن غیر مسئلة اعنت علیھا"

۲۔ امین ہو اور اہلیت و صلاحیت ہو:۔"ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا"

"اذا ضیعت الامانہ"فانتظر الساعة قیل فا الاضاعة قال اذا و سد الامر الی غیر اھلہ"

۳۔ رعایا کی ہمدردی و خیر خواہی:۔ مامن عبد استرعاہ اللہ رعیة فلم یحطھا بنصیحة الالم یجد رائحة الجنہ" (بخاری) "مامن امیر یلی امر المسلمین ثم لا یجھد لھم و ینصح الالم یدخل منھم الجنة (مسلم)

۴۔ بے لاگ عدل و انصاف کرے:۔ حضرت عمر نے اپنے بیٹے کو شراب پینے پر سزا دی۔ حضرت عمرو بن عاص والی مصر کے بیٹے کو سزا دی۔"اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل"

۵۔ نرمی و شفقت:۔"من یشاقق یشقق اللہ علیہ یوم القیامہ"۔ حضور اکرم نے فرمایا جو شخص میری امت میں سے کسی منصب پر فائز ہوا اور اس نے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے میں نرمی سے کام لیا۔ اللہ اس کے ساتھ اس کی ضرورت کے دن نرمی برتے گا۔ "تری المومنین فی تراحمھم و تعاطفھم و توادھم کمثل الجسد" مسلم میں روایت ہے اللھم من ولی من امر امتی شیئا فشق علیھم فاشقق علیہ و من ولی من امر امتی شیئا فرفق بھم فارفق بہ

۶۔ خائن نہ ہو:۔"مامن والی یلی رعیہ من المسلمین فیموت وھو غاش لھم الا حرم علیہ الجنة"

۷۔ اپنی رعایا سے محبت کرے:- "قال خیار ائمتکم تحبونہم ویحبونکم ویصلون علیکم تصلون علیہم۔"

۸۔ اپنی رعایا سے محبت و بغض نہ رکھے:- قال شرار ائمتکم تبغضونہم و یبغضونکم و تلعنونہم و یلعنونکم" (مسلم)

۹۔ عمال کا احتساب:- حضرت عمر موسم حج میں عمال کا محاسبہ فرماتے۔ آپ نے موسم حج میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا "انی بعثت عمال ہولاء و لاۃ بالحق علیکم ولم استعملہم لیصیبوا اعن ابشارکم ولامن دماء کم و لامن اموالکم فمن کانت لہ مظلمہ عن احدمنہم فلیقم

حضرت عمر ہر عامل سے عہد لیتے تھے کہ وہ عیش و عشرت کی زندگی سے پرہیز کرے گا ریشمی لباس نہیں پہنے گا چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا۔ اور اپنے دروازے پر دربان نہیں بٹھائے گا اور حاجت مندوں کے لئے دروازہ کھلے رکھے گا۔ بلکہ فتوح البلدان میں تو یہ بھی ہے کہ ہ ہر عامل کے مال و اسباب کی فہرست تیار کرواتے اور جب کسی عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی اضافہ کی اطلاع پاتے تو اس کے مال کا جائزہ لے کر آدھا مالبیت المال میں داخل کر دیتے۔

(۱۰) اسوہ ونمونہ:- "لقدکان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کتاب کے ساتھ کے حامل کتاب کے اسوہ و نمونہ کو اپنانا۔

حضرت ابوبکرؓ سے احمس قبیلہ کی ایک عورت نے سوال کیا۔ مابقاونا علی ھذاالامر الصالح الذی جاء اللہ بہ بعد الجاھلیۃ قال بقاو کم علیہ ما استقامت لکم ائمتکم قالت وما الائمۃ قال اما کان لقومک روس اشراف یامرونہم فیطیعونہم قالت بلی قا ل فہم اولئک الناس ۔الامام العامل راع و ھو مسئول عنہم (بخاری ج ا ص ۵۴۱)

(۱۱) درگذر اور عفو سے کام لے۔

"ماانتقم رسول الله صلی الله علیه وسلم لنفسه الا ان تنتهک محارم" (بخاری ۵۷۱/۱)
حضرت عیینہ بن حصین سے درگزر کرنا، حضرت علی کا گالی دینے والوں سے درگزر کرنا۔
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ذمہ داری کے نباہ کیلئے یہ صفات بیان کی تھی۔ "انک تحمل الکل و تقری الضیف، و تکسب المعدوم"۔

خلیفہ کے فضائل و صفات:۔ "قال ان الله اصطفاه علیکم و زاده بسطة فی العلم والجسم۔ وا تاه الله الملک والحکمة و علمه مما یشاء ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض و لکن الله ذو فضل علی العالمین۔ قال الحسن اخذ الله علی الحکام ان لا یتبعوا الهوی و لا یخشوا الناس و لا یشتروا بایاته ثمنا قلیلا۔ ثم قرا "یا داود انا جعلناک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق و لا تتبع الهوی فیضلک عن سبیل الله۔ (الآیة)
و قرا "انا انزلنا التوراة فیها هدی و نور الآیة

حکمران اور مشورہ:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "فبما رحمة من الله لنت لهم ولو کنت فظا غلیظ القلب لا انفضوا من حولک۔ فاعف عنهم و استغفرلهم و شاورهم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی الله ان الله یحب المتوکلین"۔
(پ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۵۹)
یہ اللہ ہی کا فضل ہے کہ آپ ان کیلئے نرم خو ہوئے اگر آپ درشت خو اور سخت دل

ہوتے تو تمہارے پاس سے یہ منتشر ہو جاتے' سو ان سے درگزر کیجئے اور ان کیلئے بخشش طلب کیجئے اور معاملات میں ان سے مشورہ لیجئے پھر جب فیصلہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کیجئے بیشک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ مشورہ کے محتاج نہیں تھے کیونکہ آپ کی رہنمائی کیلئے وحی الٰہی موجود تھی۔ لیکن اس کے باوجود آپ کو ایسے وقت میں صحابہ کرام سے مشورہ لینے کا حکم دیا جا رہا ہے جبکہ جنگ احد میں صحابہ کرام غیر شعوری طور پر سنگین جرائم کے مرتکب ہو چکے تھے۔ انہوں نے آپ کے تاکیدی حکم کے باوجود پہاڑی راہ چھوڑا' میدان جنگ سے فرار اختیار کیا اور آپ کے بلانے اور آواز دینے کے باوجود واپس نہ پلٹے۔ لیکن ان کے اخلاص اور جانثاری کی بناء پر حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ کو جو جسمانی اور روحانی تکلیف پہنچی ہے اس سے درگزر فرمایئے اور اللہ کے حضور بھی ان کی معافی کی سفارش کیجئے اور پہلے کی طرح اب بھی ان کو مشورہ میں شریک رکھئے اس طرح اللہ تعالیٰ نے خود حضور اکرم ﷺ کے طرز عمل سے اس شورائیت کی بنیاد رکھوائی ہے جو اسلام کے سیاسی و اجتماعی نظام کی بنیادی خصوصیت ہے۔ مسلمانوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا والذین استجابو الربھم واقاموا الصلوۃ وامرھم شوری بینھم و مما رزقناھم ینفقون۔" (پ ۲۵ سورۃ الشوریٰ آیت ۳۸)

اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہی اور نماز کا اہتمام کیا اور ان کا نظام مشورہ پر قائم ہے اور جو کچھ ہم نے ان کو رزق بخشا ہے' اس سے میں خرچ کرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ کے دین اور اس کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کی پہچان اور شناخت یہ بتائی ہے کہ وہ خود ہی نماز نہیں پڑھتے بلکہ دوسروں کو بھی نماز پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں کیونکہ یہی نماز اور اہتمام نماز ہی مسلمانوں کی جماعتی زندگی کی خصوصیت اور دنیا میں ان کا اصلی امتیاز ہے۔ یہی نماز ان کو سکھاتی ہے کہ ان کو دنیا میں اپنے رب کی بندگی اور اس کے دین کی اقامت کے لئے کس طرح بنیان مرصوص بن کر زندگی گزارنی ہے۔ نماز اور شوریٰ کے باہمی تعلق و ربط کو مولانا امین احسن اصلاحی نے انتہائی خوبصورت انداز

میں بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں "اسلام کے نظم اجتماعی کی روح اور اس کے قالب کی اصلی شکل نماز میں محفوظ کی گئی ہے۔ اس کے اندر مسلمانوں کو دکھایا گیا ہے کہ کس طرح ان کو اللہ کی بندگی کیلئے ایک بنیان مرصوص بن کر کھڑے ہونا ہے کس طرح اپنے اندر سے سب سے زیادہ علم و تقویٰ والے کو اپنی امامت کیلئے منتخب کرنا ہے کس طرح لوگوں کو حدود الٰہی کے اندر اس امام کی بے چون و چرا اطاعت کرنی ہے اور کس طرح امام اس بات کا پابند ہے کہ لوگوں کو کسی ایسی بات کا حکم نہ دے جو اللہ اور رسول کے کسی حکم کے خلاف ہو اور کس طرح اس کے ایک ادنیٰ مقتدی کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ اگر وہ غلطی کرے تو وہ اس کو ٹوک دے یہاں تک کہ عین نماز کے اندر بھی رکوع، سجود، قیام، قعود یا تلاوت میں کوئی ادنیٰ فروگزاشت بھی اس سے صادر ہو جائے تو اس کے پیچھے ہر نماز پڑھنے والا اس کو متنبہ کرنے کا ذمہ دار ہے اور امام کا یہ فرض ہے کہ اگر مقتدی کی تنبیہہ مطابق شریعت ہے تو وہ اس کو قبول کرے اور اپنی غلطی کی فوراً اصلاح کرے۔ گویا اس طرح ہمارا پورا نظم اجتماعی نماز کی صورت میں متشکل کر کے ہمیں دکھایا گیا ہے کہ ہم اپنی سیاسی تنظیم میں اس نمونہ کی پیروی کریں، اس طرح اللہ کے دین کی اقامت کے لئے اپنی تنظیم کریں۔ اس طرح اپنے اندر سب سے زیادہ اہل اور صاحب علم و تقویٰ کو اپنی قیادت کے لئے منتخب کریں۔ اسی طرح موصوف میں بے چون و چرا اس کی اطاعت کریں اور اگر اس سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو شریعت کے معروف کے خلاف ہو تو بے خوف لومتہ لائم اس کو متنبہ کر کے اس کو صحیح راہ پر لانے کی کوشش کریں۔

نماز اور ہمارے سیاسی نظام کا یہ تعلق ہے جس کے سبب سے قرآن نے ٹھیک اس وقت جب مسلمان ایک ہیئت اجتماعی کی شکل اختیار کرنے والے تھے، ان کی رہنمائی شوری کی طرف فرمائی اور اس شوری کا ذکر نماز کے پہلو بہ پہلو کر کے ایک طرف تو اس کی عظمت نمایاں فرمائی کہ دین میں اس کا کیا درجہ و مرتبہ ہے اور دوسری طرف اس کی تشکیل کی نوعیت بھی واضح فرما دی کہ اس میں امیر و مامور کے حقوق و فرائض کی صورت کیا ہوگی۔ کس طرح کے لوگ اس کی رکنیت کے لئے موزوں ہوں گے، جماعت اور خلق خدا سے

متعلق ان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوں گی اور ان کی اصلی مسئولیت کس کے آگے ہوگی۔

شوری کی اہمیت اور نماز کے ساتھ اسکے تعلق کا یہی پہلو تھا کہ عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے دور میں اسکا انعقاد مسجد ہی میں ہوتا تھا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق کے متعلق تو سیرت کی کتابوں میں یہ روایت بھی ملتی ہے کہ وہ شوری کے انعقاد کا اعلان "الصلوۃ جامعتہ" کے الفاظ سے کراتے تھے۔ یعنی اہل شوری نماز کیلئے جمع ہوں۔ جب اہل شوری مسجد میں جمع ہو جاتے تو وہ دو رکعت نماز ادا کرتے۔ ظاہر ہے کہ جب وہ نماز پڑھتے تھے تو دوسرے اہل شوری بھی ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہوں گے۔ نماز اور دعا کے بعد حضرت عمر مسئلہ زیر بحث پیش کرتے اور اہل شوری اس پر اپنی رائے کا اظہار کرتے اور خلیفہ ان کی رہنمائی میں کسی متفق علیہ نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔

یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے حصول کے پہلو سے بھی نہایت بابرکت ہے اور اسلام کے نظم سیاسی کی اصل روح کے تحفظ کے نقطہ نظر سے بھی، لیکن اس دور میں مسلمانوں نے دوسری قوموں کی تقلید میں شورائی نظام کی جگہ نظام بھی دوسرے اختیار کر لئے اور مسجدوں سے بھی ان کا تعلق بالکل منقطع ہوگیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خدا کی رہنمائی سے محروم ہوگئے اور ان کی باگ شیطان اور اس کے ایجنٹوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اب پارلیمنٹوں کے ایوانوں میں جو دھینگا مشتی ہوتی ہے اس کی مثال بازاروں میں بھی مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔" (تدبر قرآن ج ٦ سورۃ الشوری ١٧٩۔١٨٠)

اب ہماری دینی و سیاسی جماعتوں کی ہیئت ترکیبی اور نماز و مسجد سے ان کے تعلق پر نظر دوڑا کر دیکھ لیجئے کہ کیا ان سے یہ امید رکھی جا سکتی ہے کہ وہ خالص اسلامی حکومت قائم کر سکیں گے اور وہ اسلام کے ساتھ کس قدر مخلص ہیں۔

اسلام میں مشورہ کی اہمیت:۔ شوری کی اہمیت و ضرورت ثابت کرنے کیلئے یہی بات کافی ہے کہ قرآن حکیم میں حضور اکرم ﷺ کو مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کو مسلمانوں کی خصوصی صفات میں شمار کیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کا طرز عمل بھی اس کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

حضرت ابو سلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا "الامر یحدث لیس فی کتاب اللہ ولا سنۃ فقال ینظر فیہ العابدون من المومنین۔" ایک ایسا معاملہ پیش آتا ہے جس کا تذکرہ نہ قرآن مجید میں ہے اور نہ سنت میں تو آپ نے فرمایا اس معاملہ پر مسلمان صالح لوگ غور کرکے فیصلہ کرلیں حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا ان عرض لی امر لم ینزل قضاء فی امرہ ولا سنۃ، کیف تامرنی قال تجعلونہ شوری بین اھل الفقہ والعابدین من المومنین ولا تقض فیہ برایک خاصۃ، اگر میرے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جس کا فیصلہ نہ قرآن میں ہو اور نہ سنت میں تو آپ مجھے اس کے بارے میں کیا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کو دین کی فقہ و بصیرت رکھنے والے اور نیکوں کے مشورہ سے حل کرو اور اس میں تنہا اپنی رائے سے فیصلہ نہ کرنا۔ مشورہ کی اہمیت کے بارے میں حضرت عمرؓ کا قول ہے "لا خلافۃ الا عن مشورۃ" مشورہ کے بغیر خلافت کی کوئی حیثیت نہیں۔

امام قرطبی ابن عطیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ "الشوری من قواعد الشریعۃ و عزائم الاحکام و من لا یستشیر اھل العلم والدین فعزلہ واجب ھذا مالا خلاف فیہ"۔ مشورہ شریعت کے مسلمہ اصولوں اور اہم ترین احکام سے ہے اور جو حاکم علم و دین سے متصف افراد سے مشورہ نہیں کرتا، اپنی رائے سے کام لیتا ہے اس کا معزول کرنا ضروری ہے اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

مشورہ کا دائرہ کار:۔امام ابو بکر جصاص حنفی اپنی تفسیر احکام القرآن میں لکھتے ہیں کان مامور بمشاورتھم فی امور الدین والحوادث التی لا توقیف فیھا عن اللہ تعالی و فی امور الدنیا ایضا مما طریقہ

الرای و غالب الظن ٥ حضور اکرم ﷺ ان دینی امور اور حوادثات کے سلسلہ میں مشورہ کے پابند تھے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مطلع نہ کیا گیا ہو، اس طرح ان دنیوی امور میں بھی جو رائے اور ظن غالب سے سرانجام پاتے ہیں دکتور وھبہ اندھیلی لکھتے ہیں "الامر المطلق بالمشاورة الموجه للحكام يشمل كل القضايا الدينية والدنيوية السياسية والاجتماعية والاقتصادية و الثقافية التنظيمية فيمالم يرد فيه نص تشريعي واضح الدلالة۔

حکمرانوں کو مشورہ کا حکم عام ہے جس میں تمام دینی اور دنیوی معاملات داخل ہیں۔ ان کا تعلق سیاست و اجتماعیت سے ہو یا اقتصاد و معیشت سے یا تنظیمی و ثقافتی امور سے بشرطیکہ ان کے بارے ایسی نص موجود نہ ہو جس کے معنی و مطلب میں کسی قسم کا خفا نہ ہو۔

بقیہ صـ ۳۰

ہے۔

ماں باپ کے سایہ شفقت سے زیادہ کوئی سایہ نہیں جو دوسروں کے دکھ درد محسوس کرتے ہیں وہ عظیم لوگ ہیں اس میں ماں بھی شامل ہے۔

ماں سے بچھڑنا نادانی ہے۔

ماں ہمیشہ تمہاری سلامتی کی دعا مانگتی ہے۔

ماں کا پیار اس سے پوچھ جس کی ماں نہ ہو۔

ماں اولاد کی ہر برائی چھپا سکتی ہے۔

ماں چاہے کسی کی ہو تمہاری ماں ہے۔

ماں تمہارے لئے مالی ہے جو تمہارے گلستان کی حفاظت کرتی ہے۔

ماں پر احسان نہیں کیا جاتا۔